Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities 84
Vol 5 (2) April-June, 2019 pp. 84-103.
ISSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. Email:editor@gjmsweb.com
Impact Factor value = 4.739 (SJIF).
DOI: https://orcid.org/0000-0001-5767-6229

SPECIFIC STUDY OF RELIGIOUS AND EPISTEMIC SERVICES OF MUSLIM WOMEN IN THE LIGHT OF MAULANA ABUL HASSAN ALI NADVI'S THOUGHTS

خواتین کی دینی و علمی خدمات
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے افکار کا خصوصی مطالعہ

Irshad Bibi[1], Prof.Dr.Abdul Ghafoor Awan[2]

Abstract- *The objective of this study is to analyze the religious and epistemic services of the Muslim women. For this purpose, we collected relevant material from Maulana Abul Hassan Ali Nadvi's book "Women and their religious services. Maulana Nadvi has compared the condition of women before and after the dawn of Islam. He also analyzed the low status of women in Hindu society, besides analyzing the exploitation of women in the western world in the name of freedom. He also enumerated Muslim women's religious and epistemic services and their key role in education and training of their children.*

Key words: Muslim women, religious services, women's status in Islam.

Type of study: **Original Research paper**
Paper received: 10.01.2019
Paper accepted: 23.01.2019
Online published: 01.04.2019.

---

1. M.Phil Scholar, Department of Islamic studies, Institute of Southern Punjab. Senior Subject Specialist, Government Girls Higher Secondary School, Talumba, district Khanewal irshadbibisss7@gmail.com,
2. Dean, Faculty of Management and Social Sciences, Institute of Southern Punjab.ghafoor70@yahoo.com. Cell # +923136015051.

سید ابوالحسن علی ندوی کا تعارف

رائے بریلی کے حسنی خاندان میں مولانا سید نعمان (عم مضطم حضرت سید احمد شہید) سید عبدالحئی ؒ مصنف (نزہتہ الخواطر) نے اس خاندان کے انساب کی تاریخ مولوی سید حکیم کو اپنی فارسی۔ عربی ،اُردو تصنیفات کے ذریعہ عوام و خواص تک پہنچا دیا۔ تیرھویں صدی کے آغاز پر حضرت سید احمد شہید جیسی تاریخ ساز شخصیت پیدا ہوئی۔ جس نے اپنے بعد کے مصنفین اور مؤرخین کو اور ان کی علمی اور تحریری صلاحیتوں کو اس موضوع پر مرکوز کیا اُن کے بعد سید عبدالحئی صاحب کی شخصیت نے اس خاندان کی شہرت اور عزت میں اضافہ کیا جس نے ہندوستان کے پانچ ہزار کے قریب مسلمان ناموروں کا عرب اور علمی دنیا سے تعارف کرایا۔ حضرت سید ابوالحسن علی ندوی کے دادیہال اور نانیہال کا قریبی اتصال کس طرح ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کیسی برکت ڈالی۔ اس کو وہ اپنی کتاب "ذکر خیر" میں بیان کرتے ہیں۔ "جس طرح خاندان میں ہمارے نانا صاحب کا گھر سب سے زیادہ کھاتا پیتا تھا اور باوجاہت تھا ہمارے دادا صاحب کے یہاں اسی قدر اس چیز کی کمی تھی۔ خاندان کی اس شاخ میں بہت اوپر سے علم دین کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ یہ مولویوں کا گھرانہ مشہور تھا۔ یہاں جائیداد کی بجائے کچھ کتابوں کا ذخیرہ اور دینی علم نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ یہی اس کی سب سے بڑی جائیداد تھی۔ دادا صاحب حاذق طبیب بڑے فاضل اور مصنف تھے۔ لیکن بے نیاز طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی معاش کی طرف توجہ نہیں دی اگر کبھی گھر میں فاقہ ہو جاتا تو کوئی نادر بات نہ تھی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے والد محترم کا نام سید عبدالحئی تھا۔ دادا کا نام سید فخرالدین تھا۔ سیدہ خیرالنساء صاحبہ ان کی والدہ تھیں۔والد صاحب مرحوم نظامیت ندوۃ العلماءمیں تیس چالیس روپے ماہوار کے ملازم تھے۔ پھر اس کو بھی ترک کر دیا۔ اس کشمکش اور تردد میں والدہ صاحبہ نے جن کو ہمیشہ خوابوں سے مناسبت رہی۔ والدہ صاحبہ جب اس نئے گھر میں آئیں تو وہی دیکھا جس طرح وہ سنا کرتی تھیں۔ والد صاحب کی دو بہنیں تھیں سیدہ شمس النساء اور سیدہ فاطمہ ان کے نام تھے۔ اور ایک بیٹا پہلی بیوی میں سے تھا جو کہ وفات پاگئی تھی بیٹے کا نام سید عبدالعلی تھا۔ جو کہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ سیدہ خیرالنساء نے انہیں اس طرح اپنی تربیت اور شفقت میں لیا کہ وہ ماں کو بھول گئے۔ مولانا ندوی کی ولادت 6 محرم 1334ھجری یعنی 1914ء میں رائے بریلی میں ہوئی۔ اور بچپن سے انہیں علی میاں کہا جانے لگا۔ کیونکہ ہندوستان میں رہنے والے سیدوں کو لوگ میاں کہہ کر پکارتے تھے اس لیے ان کو بھی علی کے ساتھ میاں

کہنا شروع کر دیا۔ علی میاں شروع سے ہی بہت نرم مزاج اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے۔ حضرت سید ابوالحسن علی ندوی نے زیادہ عرصہ تک کسی مدرسہ میں داخلہ نہیں لیا بلکہ رائے بریلی میں ان کی بسم اللہ ہوئی تھی ۔ لیکن لکھنؤ میں ہی جہاں ان کا اصل قیام تھا۔ قرآن مجید ختم کیا تو ہلکی سی ضیافت اس تقریب کی خوشی میں ہوئی تھی۔ مکتب نشینی تو مسجد سے شروع ہوئی جب کچھ آگے بڑھا تو عم محترم سید عزیزالرحمٰن صاحب ندوی کے پاس جو دفتر ندوۃ العلماء واقع گورگنج میں کام کرتے تھے جانا شروع کیا۔ جس کا فاصلہ گھر سے زیادہ تھا۔ خاتون منزل کے قریب ایک عمارت میں ندوہ کا دفتر اور کتب خانہ تھا وہیں مولانا غلام محمد صاحب شملوی کا قیام رہتا تھا۔ ان کامعمول تھا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو اپنے پاس بلا لیتے اور شملہ سے لائے ہوئے پھل اور مربے اور مٹھائیاں کھلاتے۔ اردو بھی پڑھی جس کے نصاب میں زیادہ تر مولوی اسماعیل میرٹھی کی کتابیں تھیں جن میں "سفینہ اردو" تھی۔ جس کی بہت سی نظمیں زبانی یاد کرائی گئیں۔ اس دور میں فارسی کی بہت اہمیت تھی علی میاں کی فارسی کی تعلیم شروع ہوئی۔ اس کے لیے ایک پرانے خاندان کے کہنہ مشق استاد مولوی محمود علی کا انتخاب ہوا۔ مولوی صاحب بڑے مہذب ، شفیق اور تجربہ کار استاد تھے ۔ مولوی صاحب نے تختی اور کاغذ پر لکھنے کی مشق کروائی جو اس زمانے میں ایک اہم جز اور ضروری نصاب تھا۔ بھائی عبدالعلی صاحب اپنی تعلیم میں مصروف تھے اب وہ میڈیکل کالج کے تیسرے چوتھے سال میں تھے اس لیے ان کے پاس زائد وقت نہ تھا۔ وہ اکثر مطالعہ میں مصروف رہتے۔ مولانا کے بقول جب وہ آٹھ سال کے تھے تو ہندوستان میں تحریک خلافت شروع ہوئی۔ یہاں کے مسلمانوں نے تحریک میں حصہ لیا۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی اس تحریک میں آگے آگے تھے۔خلافت ایک دینی منصب ہے۔ خلافت عباسیہ کے آخری دور میں ایک جنگ میں خلیفہ معتصم باللہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت خالی رہا۔ عثمانیوں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود خلافت عثمانیہ کی شان و شوکت قائم رکھی تھی۔ یورپ کے دل پر رعب دبدبہ بیٹھ گیا۔ پھر اتاترک کی شخصیت سامنے آئی لیکن وہ جدید نظریات رکھتے تھے اس لیے مارچ 1924ء کو قسطنطنیہ کی مجلس وطنی نے خلافت کا فیصلہ کیا اور مقامات مقدسہ ہی نہیں ۔ بلکہ مسلمانوں کی مضبوط اسلامی سلطنت ٹوٹ گئی۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی کہتے ہیں کہ جب یہ برا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت میری عمر دس سال سے زائد نہ تھی اس لیے مجھے اس وقت کے سخت حالات اور نتائج کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ 15جمادی الآخر 1241ھجری جمعہ کا دن تھا کہ والد صاحب چند گھنٹے

تکلیف میں رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے ۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی پھر لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ ان لوگوں کی ہمدردیوں کا مرکز ایک کم عمر بچہ تھا۔ بڑے بھائی عبدالعلیٰ صاحب کو والد صاحب کی وفات کی خبر ایک دوست سے معلوم ہوئی۔ وہ لکھنؤ واپس آئے تو رائے بریلی پہنچے تو سیدھے والد صاحب کی قبر پر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میری فارسی کی تعلیم جاری تھی۔ چچا اسماعیل صاحب اچھے فارسی دان تھے۔ ان سے بوستان پڑھی۔ گھر میں کسی بڑے مرد کے نہ ہونے کی وجہ سے والدہ صاحبہ اخلاقی اور دینی تربیت کی ذمہ دار تھیں۔ قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں انہوں نے یاد کروائیں۔ لیکن دو باتوں میں بہت سخت تھیں۔ ایک تو نماز میں غفلت برداشت نہ کرتی تھیں۔ مسجد بھیجتیں پھر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بٹھا دیتیں۔ دوسری بات جس میں وہ تھوڑی سی بھی رعایت نہ کرتیں اگر میں خادم کے بیٹے یا کام کرنے والے بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا یا غرور سے پیش آتا تو وہ مجھے ان سے معافی مانگنے کے لیے کہتیں۔ اس کا مجھے زندگی میں بہت فائدہ ہوا اور میں ظلم اور تکبر سے دور رہنے لگا۔ والدہ صاحبہ نے دل کھول کر میری اصلاح و تربیت کی یہ ان کی دعاؤں کی برکت ہے۔ کچھ لکھنا آیا تو والدہ صاحبہ مجھے کہتی تھیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ آغاز کرو۔ بھائی صاحب نے لکھنؤ میں نواب نورالحسن خان مرحوم کی کوٹھی پر رہنا شروع کیا اور جلد ہی مجھے بھی اپنے پاس بلا لیا۔ سید ظہورالحسن صاحب اور سید نجم الحسن صاحب کے لڑکے سید حبیب الحسن مرحوم اور سید انوارالحسن میرے ہم عمر تھے۔ ہم اکٹھے کھیلتے تھے۔ بھائی صاحب ذاتی کتب خانے سے مجھے کتابیں منتخب کر کے دیتے اور میں پڑھتا۔ سب سے پہلی کتاب جو انہوں نے پڑھنے کے لیے دی وہ "سیرت خیر البشر" تھی۔ اس کے بعد غالباً "رحمۃ اللعالمین" کا مطالعہ کیا۔ پھر فارسی کی تعلیم مکمل کی تو انہوں نے ایک طرف انگریزی کی تعلیم شروع کروالی۔ اور دوسری طرف عربی زبان سیکھنے کے لیے بے مثال شیخ خلیل ابن محمد ابن حسین یمنی بھوپالی کے سپرد کیا۔ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر استاد صاحب نے عربی بول چال لازمی کردی اور اردو بولنے پر دو پیسے یا ایک آنہ جرمانہ ہوتا تھا۔ جو ہم لوگوں کو اکثر ادا کرنا پڑتا صرف و نحو کے سلسلہ میں زیادہ تلفظ کی درستگی اور اعراب کے سمجھنے پر زور دیا جاتا۔ نحو کے ابتدائی مسائل سمجھانے کے لیے استاد صاحب نے ایک ہمنام ابوالحسن الفریر کی چھوٹی کتاب "الفریری" پڑھائی۔ حرف و نحو کی قدیم کتابو ں میں سے میں نے "میزان" "متنصب" "صرف میر" "نحو میر" "پنج گنج" اپنے چچا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب سے پڑھیں۔

ان ابتدائی کتابوں کے بعد عربی زبان کی قدیم معیاری کتابیں پڑھیں۔ مثلاً "نہج البلاغہ " "مقامات حریری" "دلائل الاعجاز" اور "عشر قصائد" پڑھائی گئیں۔اردو زبان کا مطالعہ جاری رکھا۔ اردو زبان کی معیاری کتابیں اور طریقے سیکھے۔ رائے بریلی کے قیام میں میرے ہاتھ مولانا شبلی مرحوم کی کتاب "الفاروق"لگی۔جسے میں نے بار بار پڑھا "گل رعنا " گھر کی کتاب تھی اس کو کئی بار پڑھا کہ اردو شاعری کی تعلیم۔ تاریخ اور شعراء کے متعلق اتنی معلومات ملیں کہ اس موضوع پر مجلس میں گفتگو کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ مضمون نویسی میں اپنے والد محترم کی کتاب " یاد ایام" سے مدد ملی۔1925ء میں بھائی صاحب نے میڈیکل کالج کے آخری سال کا امتحان دیا اور کامیابی حاصل کی۔ نومبر 1925ء میں انہیں ایم بی بی ایس کی ڈگری مل گئی۔ اور جنوری 1926ء میں گوئن روڈ لکھنؤ میں مطب کا آغاز کیا ۔ یہ استاد محترم عرب صاحب کے مکان کے ساتھ تھا۔ اس لیے تعلیم اور بھی آسان ہو گئی۔ نومبر کی 5تاریخ تک ندوہ کا سالانہ جلسہ کانپور میں تھا۔ بھائی صاحب اپنے ساتھ مجھے لیکر گئے۔ کئی شخصیتوں کی زیارت کی۔ مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا ظفر علی خان ۔ مولانا شاہ سلمان پھلواری۔ مولانا ابو عبداللہ محمد سوتی کی تقریریں سنیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے عربی میں گفتگو کی اس لیے دوسروں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ 1926-1928ء میں مولانا صاحب کو ہاکی کھیلنے کا شوق ہوا وہاں ایک کلب تھا۔ اس میں کھیلتے تھے اس کے بعدلکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ سید ابوالحسن علی ندوی کی عمر اس وقت 14 سال تھی۔ امتحان کے بورڈ کے ممبرز نے (رسال ابی بکر الخوارزمی) میرے سامنے رکھی۔ میں نے عبارت پڑھی ۔ معانی بتائے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دئیے اس طرح یونیورسٹی کا سالانہ امتحان ہوا۔ پیپر بہت اچھے ہوئے لیکن جب رزلٹ آیا تو حماسہ کے پیپر میں فیل ہو گئے۔ اس میں کچھ نحوی سوالات تھے جو کہ سید ابوالحسن علی ندوی کی صلاحیت سے بالا تر تھے۔ اگلے سال اپریل 1929ء میں جو امتحان ہوا اس میں کامیابی ہوئی۔ وظیفہ کا بھی کہا گیا لیکن پھر وہ کسی وجہ سے نہ دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے فاضل حدیث میں داخلہ لیا۔ دسمبر 1929ء کو یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم انعامات ہوا۔ یو۔ پی کے گورنر سسرمالکم ہیلی نے سندیں تقسیم کیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں سید ابوبکر وغیرہ کے ساتھ سند لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بیعت تو شاید بچپن میں حضرت سید خواجہ احمد صاحب نصیر آبادی سے کی تھی۔ سلوک کی تعلیم اپنے تایا حضرت مولانا شاہ ضیاءالنبی صاحب سے حاصل کی تھی۔ جو اس وقت کے مشہور عالم دین اور سنت پر عمل کرنے والے تھے۔ اس کے بعد

حضرت صاحب نے لاہور کا تاریخی سفر اپنی پھوپھی صاحبہ کے بلانے کی وجہ سے کیا۔ جون 1920ء میں اپنے ایک بزرگ مولوی سید ابراہیم صاحب ندوی کے ساتھ لاہور گئے۔ اس وقت لاہور ادب اور ثقافت کا شہر تھا۔ ہر طرح کے لوگوں سے ملے۔ علامہ اقبال اور لاہور کی مشہور علمی شخصیتوں سے ملاقات ہوئی۔ اس طرح وہ کہتے ہیں کہ مجھے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ میرا تعارف حضرت مولانا احمد علی سے ہوا۔ ان کی خصوصی شفقت اور توجہ مجھے ملی۔ علی میاں نے اردو عربی میں تصانیف لکھیں جو ہر لحاظ سے بڑی جامع ہیں۔ اسی طرح انہوں نے کچھ مقالے بھی لکھے جو اس دور میں شائع ہوئے۔ علی میاں کی ایک انتہائی مشہور عربی تصنیف (ماذاحسر العالم بانحطاط المسلین)ہے۔ جس کے کئی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ اخوان المسلمون کے ایک رکن سید قطب نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا۔ ان کی علمی خدمات بھی بہت زیادہ ہیں۔ کئی اداروں اور مدارس میں خطبات دئیے۔ دین کی اشاعت کے لیے چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے۔ ندوۃ العلماء میں علمی خدمات انجام دیں۔ 1951ء میں ندوۃ العلماء میں مہتمم رہے۔ مشرق وسطیٰ کے سفر کیے۔ تعلیمات اسلامی لکھنؤ کے مرکز میں قرآن و حدیث کے لیکچر دئیے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں عربوں کی توجہ اسلام کی طرف دلائی کہ بدعات کا خاتمہ کیا جائے۔ رسومات و وائج کا خاتمہ کیا۔ انہیں اصلاحی کاموں کی بنیادپر کچھ اعزازات بھی عطا کیے گئے جیسے 1962ء میں مکہ میں واقع رابطہ عالم اسلامی کے قیام کے موقع افتتاحی نشست کے سیکرٹری۔ بنے

1980ء میں شاہ فیصل ایوارڈ:

1980ء میں آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامک سٹڈیز کے صدر بنے۔ 1951ء میں دوسرے حج کےموقع پر حج کے دوران کلید برادر کعبہ نے دو دن کعبہ کا دروازہ کھولا اور علی میاں کو اپنے رفقاء کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دی۔ حضرت شیخ سید ابوالحسن علی ندوی کے شیوخ میں حضرت شیخ احمد علی لاہوری ۔ حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ ۔ حضرت شیخ شاہ حسن جیلانی سوی شریف۔ حضرت شیخ سید محمد بقاء کاظمی پیر جوگوٹھ حضرت شیخ محمد شمس الدین ثالث گیلانیؒ اچوی۔ حضرت شیخ صفی الدین صوفی۔ حضرت شیخ محمد ابوالفرح طرطوسی۔حضرت ابوبکر شبلی۔ حضرت شیخ جنید بغدادی شامل تھےمولانا سید ابوالحسن علی ندوی 1997ء تک پاکستان کے دورے کرتے رہے۔ 1998ء میں بیمار ہوئے۔ پھر

آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ اس لیے خط و کتابت کا کام خود نہ کرسکتے تھے۔ اپنے معاونین سے کرواتے تھے اور 1999ء میں ان کی وفات ہوئی۔ اس طرح مسلمان ایک عالم باعمل سے محروم ہوگئے۔

سید ابوالحسن علی ندوی کی علمی خدمات

ان کی علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دور دراز کے سفر کیے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ 1943ء سے 1950ء تک ادارہ تعلیمات اسلامی لکھنؤ کے مرکز میں قرآن و حدیث پر لیکچر دیتے رہے۔ عالمی رابطہ اسلامی کا قیام مئی 1996ء میں پاکستان میں ان کی کوششوں سے ہوا۔ پھر 1999ء میں ان کی وفات کے بعد عالمی رابطہ اسلامی کا صدر دفتر سعودی عرب کے شہر ریاض میں منتقل کر دیا گیا۔ اور اس کی مجلس اعزاء نے متفقہ طور پر ڈاکٹر عبدالقدوس صالح کو اس کا مرکزی صدر منتخب کیا۔ جو اس تنظیم کے بانیوں میں سے ہیں۔ یہ ساری کاوش مولانا ابوالحسن علی ندوی نے کی ہے۔ پاکستان میں اس شاخ کے صدر مولانا حافظ فضل رحیم اشرفی ہیں۔ سید ابوالحسن علی ندوی نے سب سے پہلے اسلامی ادیبوں کی تنظیم کے قیام کا تصور جامعہ دمشق ملک شام میں دنیا بھر سے آئے ہوئے عربی ادباء اور فضلا ء کے سامنے پیش کیا۔ جنہوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ مولانا ندوی اکتوبر 1997ء میں رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے پاکستان کے دورہ پر لاہور تشریف لائے جامعہ اشرفیہ میں اس کا مرکزی دفتر قائم کیا۔ صدر فاروق لغاری نے بھی ان سے ملاقات کی۔ میاں نواز شریف کے والد محترم میاں شریف نے سیدابوالحسن علی ندوی کے اعزاز میں اپنی رہاش گاہ جاتی عمرہ رائے ونڈ میں ایک بہترین ضیافت کا اہتمام کیا۔ تدریسی خدمات میں آپ نے علامہ اقبال کی شخصیت اور شاعری پر فصیح عربی زبان میں اس قدر خوبصورت انداز میں لکھا کہ عرب دنیا بھی علامہ اقبال کی گرویدہ ہوگئی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تدریسی خدمات کو دو ا دوار میں تقسیم کیا جا تا ہے۔ پہلا دور 19 ربیع الثانی 1353ھ بمطابق یکم اگست 1934ء سے 1358ھ بمطابق 1939ء کا ہے۔ جب مولانا علی میاں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی ادب اور تفسیر و حدیث کے علاوہ منطق اور اسلامی تاریخ کے استاد تھے۔ مولانا کی مستقل تدریسی خدمات کا دوسرا دور ندوہ ہی کا ہے۔ جو یکم رمضان 1362ھ بمطابق یکم ستمبر 1943ء سے 29 ذیقعد 1364ء بمطابق 5 نومبر 1945ء تک کا ہے۔ اس دور کے انقطاع کا سبب ان کی دعوتی اور تبلیغی مصروفیات تھا۔ کچھ عرصے بعد آپ جامعہ ملیہ دہلی منتقل ہو گئے۔ 1956ء میں بیرونی دوروں

سے واپسی پر مرکز تبلیغی جماعت کچہری روڈ لکھنؤ میں سلسلہ تدریس دوبارہ شروع کیا لیکن بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر طویل مدت تک منقطع رہا جو 1998ء میں شدید علالت کی وجہ سے بند ہو گیا۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں جنہیں آپ نے عوام کی رہنمائی کے لیے لکھا۔ اقبال کا نظریہ علم و فن۔ بصائر۔ تزکیہ احسان و تصوف و سلوک ذکر خیر۔ طوفان سے ساحل تک۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ الارکان الاربعہ بین الصورۃ والحقیقۃ۔ اسی طرح عربی میں آپ نے کتابیں تالیف کیں ۔ایھا العرب، اسمعی یا مصر، القراءۃ الرشدۃ، النبوۃ والانبیاء فی ضوء القرآن ، بین الحبایہ والھدیۃ، الی ممثلی البلاد الاسلامیۃ، ان کی کچھ کتابیں انگریزی زبان میں منتقل ہو چکی ہیں۔ سید ابوالحسن کی ایک اہم کتاب "خواتین کی دینی و علمی خدمات" ہے۔ ایک اور کتاب "اسلام میں عورت کا درجہ اور حقوق و فرائض" ہے۔ ان کتابوں میں

انہوں نے خصوصی طور پر عورتوں کے مقام اور حقوق کو واضح کیا ہے۔ یہ انگریزی میں منتقل ہو چکی ہیں۔

A Guide Book for Muslims. 1.

Glory of Iqbal. 2.

Islam and Civilization,3

The Pathway to Madina. 4

Muhammad Rasoolullah.5

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی نے خواتین کی اسلام سے قبل حیثیت کو مختلف مذاہب میں واضح کیا۔ بدھ مت ، ہندو دھرم، ہندوستانی سماج میں عورت کی حیثیت بیان کی۔ بدھ مت کے نزدیک عورت سے تعلق رکھنے والا کبھی نروان نہیں ہو سکتا۔ کچھ طبقات میں پابندیاں اتنی سخت تھیں کہ عورت غلامانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ جبکہ ہندو دھرم میں برھمن ازم میں شادی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ہر شخص کو شادی کرنا چاہئے۔ عورت کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے ۔ جس سے کہ اس کا شوہر ناراض ہو جائے۔ خاوند فوت ہو جانے کے بعد وہ معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتی ہے۔ وہ اپنے مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اکثر بیوہ عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ جلا دی جاتیں۔ کچھ خواتین پر خاندانی پابندیاں تھیں۔ حضرت سید مولانا ابوالحسن علی ندوی نے یہ بھی واضح کیا کہ مغربی مفکرین نے اپنے مطالعہ کے بعد عورت کے مقام اور مرتبے پر تبصرے کیے۔ معاشرتی اور تمدنی تاریخ کے ماہرین نے عورتوں کے احترام اور ان

کے حقوق کے متعلق اِن قرآنی اور شرعی تعلیمات کی برتری کا اعتراف کیا ہے۔پھر انہوں نے مختلف شہادتیں دیں۔ ان میں سے ایک شہادت مغربی خاتون مسز اینی بسنت کی ہے۔کہتی ہیں۔" آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مذہب اسلام پر اس لیے تنقید کرتے ہیں کہ محدود تعداد ازدواج کو جائز قرار دیتا ہے لیکن آپ کو میری وہ تنقید نہیں بتائی جاتی جو میں نے لندن میں ایک ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی تھی ۔ میں نے سامعین سے کہا تھا کہ ایک زوجگی کے ساتھ وسیع پیمانے پر زنان بازاری کی موجودگی "نفاق ہے" اور محدود تعداد ازدواج سے زیادہ زلت آمیز ہے۔ قدرتی طور پر اِس قِسم کے بیانات کا لوگ برا مانتے ہیں"۔ طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے وہ عدت کو اس میں شامل کرنا ہے" ۔ مذہب و اخلاق کی انسایئکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے" ’’ پیغمبر اسلام نے یقینا عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیاجو اسے قدیم عرب میں حاصل تھا۔ خصوصی طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ سے محروم نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کی حقدار ہوگئی۔ ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ طلاق کی صورت میں شوہر پر واجب ہو گیا کہ وہ اسے وہ سب چیزیں دیدیں جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں۔ قرآن مجیدکی ایک سورت النساء ہے جس میں عورتوں کے متعلق احکامات ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک مجلس میں خواتین اور مردوں سے خطاب کیا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا اس موقع پر انہوں نے سورت النساء کی آیات پڑھی اور بتایا کہ اسلام معاشرت کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ اور اس کا تصور کیا ہے۔ اسلام بہت حقیقت پسند مذہب ہے۔ سورت النساء میں عورت کی تخلیق اور اس سے پھیلنے والی نسل کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اللہ تعا لیٰ فرماتا ہے۔ترجمہ۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدمؑ سے) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت (پیدا کرکے روئے زمین پر)پھیلا دئیے۔ اور اللہ سے جس کے نام تم اپنی حاجت برداری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو۔ اور (قطع مروت)ارحام سے بچو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کہتے کہ یہ آیت طبقہ خواتین کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد و عورت کی ذمہ داری اور تعلقات کی نوعیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان دونوں اصناف کی تخلیق ایک ہی طرح ہوئی ہے۔ ان دونوں کی کی قسمت ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ کہ جیسے ایک جسم کے دو حصے ہیں۔ ان کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلی اس وجہ سے ہے کہ وہ مل کر زندگی کا سفر طے کر سکیں او اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھا سکیں۔ پھر اس کے

بعد ان دونوں سے انسانی نسل کی افزائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی رفاقت اور محبت میں بڑی برکت ڈالی کہ جو دو تھے ان سے ہزاروں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کثرت کے لیے لفظ "کثیرا" سے اشارہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تعداد ازدواج کی اجازت انصاف کی شرط سے دی۔ اس لیے اسلام میں مردوں کے لیے چار بیویاں رکھنا جائز ہے۔ بشرط کہ ان کے درمیان عدل کر سکے اگر وہ عدل نہ کر سکےتو پھر وہ ایک پر ہی اکتفا کرے۔ پھر یہ کہ عورت کے ساتھ نکاح کرتے وقت جس طرح طے ہوا تھا تو وہ مہر ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ اگر وہ عورتیں خود چھوڑ دیں یا معاف کر دیں تو ہنسی خوشی اسے اپنے لیے استعمال کرو اسلام نے عورتوں کو وراثت میں بھی حقدار ٹھہرایا۔ کیونکہ اسلام سے پہلے عورت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام آیا تو اس نے اپنی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ بدکار عورتوں کی بدکاری کے بارے میں معلوم ہوجائے توان پر انہیں میں سے چار گواہ کرلو۔ مرردوں کی گواہی اس لیے درست سمجھی جاتی ہے کہ حدود میں عورت کی گواہی روا نہیں اور نہ ہی کافر کی گواہی جائز ہے۔ اسلام میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعا لیٰ نے عورتوں کے لیے راہ نکال دی۔ کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں اور اگر زنا بیاہی عورت کرے تو پتھروں سے سنگسار کرکے ہلاک کر دیا جائے۔ خواتین کو زبردستی وراثت میں لینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ خدا تعا لیٰ کی شریعت سے واقف نہ تھے تب ان میں دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے داروں کی عورتوں کے وارث ہوجائے۔ تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کر لیتے۔ لیکن اسلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایابلکہ واضح کردیا کہ کن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ قرآن اس بارے میں فرمایا ہے "اور مت نکاح میں لاؤ ان عورتوں کو جو تمہارے باپ کے نکاح میں تھیں یہ بے حیائی ہے اور کام غضب کا اور بری راہ ہے"۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باپ دادا کی زوجہ سے نکاح جائز نہیں۔ اسی سورت میں اللہ تعا لیٰ فرماتے ہیں اگر جو رو اور مردمیں اختلاف ہو جائے اور دونوں کا حال مشتبہ ہو اور شوہر نے چشم پوشی نہ کی اور نہ طلاق دی عورت نے نہ حق ادا کیا نہ مال دے کر خلع لیا اور دونوں سے ایسے قول و فعل صادر ہوئے جو حلال نہیں ہیں۔ تو مسلمانوں کا امام ایک ثالث مرد کی طرف سے ایک ثالث عورت کی طرف سے بھیجے اور دونوں کی رائے معلوم کرکے موافق فیصلہ کردے پھر اعمال صالحہ کرنے پر عورتوں کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اسلامی تمدن اور خواتین پر بحث کی ہے۔ کہ اسلامی

ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کو ابتداء سے ہی ایک بڑے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ غیر اسلامی تمدن پر بڑا لوگوں کو اپنا ناز تھالیکن اسلامی تہذیب و تمدن نے جو عورت کو مقام دیا ہے۔ وہ کسی اور مذہب نے نہیں دیا۔ جبکہ دوسرے مذہب نے عورت کو کمزور مخلوق ظاہر کیا اور اس کے کوئی حقوق مقرر نہیں کیے ۔ حضرت محمدؐ نے جو شریعت پیش کی۔ سارے قواعد اور ضوابط اسی سے لیے گئے ہیں۔ جس دین کو حضرت محمدؐ لے کر آئے ہیں وہ صرف دین ہی نہیں یا قوانین کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ وہ دین بھی ہے اور تمدن بھی اس میں احکام بھی ہیں۔ عبادات اور معاملات بھی ہیں۔ گھر میں کام کاج عورت کی زمہ داری ہے۔ مسلمانوں نے جتنے علاقے فتح کیے وہ اپنی تہذیب و تمدن لے کر گئے۔ ان لوگوں کو متاثر کیا۔ اسلامی تہذیب کی حفابِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِظت میں بھی خواتین کا حصہ ہے۔ اگر مسلمان خواتین کا یہ رویہ نہیں رہا ہوتا تو مسلمان رہنما امرا و حکام۔ سلاطین اور بادشاہ اسلامی فوج اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت نہیں کرسکتے تھے۔ یہی نیک خواتین اسلامی تہذیب کی پاسبان ہیں۔ ان کے علم تربیت اور ذہانت سے گھروں کا ماحول بہتر ہوا۔ بلکہ اسلامی وجود کی بقا میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ اس لیے اسلام نے خواتین کی تعلیم کو ضروری قرار دیا تا کہ وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر سکیں۔ جھوٹ۔چوری۔نفاق۔اور غیبت جیسی برائیوں سے دور ہیں۔ ایسا گھرانہ ایک خوشحال گھرانہ ہوگا۔ یہ قرآن کا ایک معجزہ ہے کہ اس کے لیے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے جو ستر پوشی اور زندگی کی خوبصورتی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ایک عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اس طرح انسان خدا کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ سیرت نبوی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے خواتین کی تعلیم و تربیت ۔احترام پر زور دیا اوران کے حقوق کی وضاحت کی۔ ازدواج مطہرات کی دلجوئی۔ ان کی جائز تفریحات میں شرکت ان کے جذبات کا خیال اور ان کے درمیان جو عدل فرماتے تھے اس کی مثال نہیں ملتی آپ ﷺنے گیارہ شادیاں کیں ان ازدواج مطہرات کے ساتھ کسی ایک کی زندگی کو عیش و آرام کی زندگی نہ تھی وہ تو زہد اور ایثار و قناعت کی زندگی تھی جس کی مثال جدید دور کے بڑے بڑے حوصلہ مند اور نامور لوگوں میں بھی نہیں ہے۔ حضرت سید مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول آج بھی ان قوانین سے جو اسلام معاشرے کا عظیم رکن ہے توقع ہے کہ مغربی تہذیب کا سایہ بننے کی بجائے اپنے اوپر مغربی سایہ بھی نہ پڑنے دے۔ ان کو چاہیے کہ وہ اس چیز کو ترک کر دیں جوان کی عزت و شرافت ۔ ان کے اخلاق و آداب اور ان کی اسلامی شخصیت کے منافی ہو۔ اگرکوئی یورپین ان کے

گھر آئے تو وہ اسلامی نظم و نسق ۔ ثقافت حیاو عفت۔ شرم و حجاب۔ پردہ احترام ۔ چھوٹوں پر شفقت اور محبت و اخوت کے اسلامی مناظر دیکھے۔ وہ شوہر بیوی۔ بھائی بہن۔ ماں باپ کے درمیان تعلقات کی وہ نوعیت دیکھے۔ جس سےوہ بالکل واقف نہ ہو۔ وہ اس سے متاثر ہو کر اپنے گھر والوں اور دوستوں کو بتا سکے کہ اسلامی ملک میں تھوڑا وقت گزارا ہے۔ لیکن جو دیکھا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ کیونکہ یہی اسلامی زندگی جنت ہے۔ مولانا صاحب نے قطرمیں خواتین کے ایک کالج میں خطاب کیا تو انہیں کہا کہ وہ ایک نئی اسلامی شاہراہ قائم کر سکتی ہیں کیونکہ انہیں قیادت اور رہنمائی کا مقام حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ نیک مائیں اپنی اولاد کی تربیت کرتی ہیں اور ان کو شروع سے ہی نیکی کی تربیت دیتی ہیں۔ سب سے آخر میں حضرت صاحب اپنی والدہ سیدہ خیرالنساء کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بہت نیک خاتون تھیں۔ نماز ، روزہ کی بہت پابند تھیں۔ حج کا فریضہ ادا کیا۔ ہر وقت ذکر الہٰی اور مناجات میں مصروف رہتی تھیں۔ اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔ پھر انہوں نے اپنی بہن سیدہ تسنیم صاحبہ کا زکر کیا کہ انہوں نے بھی والدہ محترمہ سے تعلیم و تربیت پائی۔ مسلمان بن کر رہنے کی آدھی ذمہ داری عورتوں پر ہے۔ اس لیے خواتین کی تعلیم کی ضرورت ہے وہ اپنے بچوں کو شرک سے دور رکھیں اس طرح وہ سچے مسلمان بن سکیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مسلم خواتین کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا تو یہ سامنے آیا کہ امت مسلمہ کی خواتین نے علمی اور دینی میدان میں بہت خدمات انجام دیں۔ کئی اپنی سادگی اور دینداری کی وجہ سے ولایت کے مقام پر پہنچتی تھیں حالانکہ اللہ تعا لیٰ کی رحمت سب مرد اور عورت پر عام ہے۔ اللہ تعا لیٰ نے قرآن مجید میں دعائیں بھی بتائیں ہیں۔ جن میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی زکر ہے۔ کہ ان کے نیک اعمال کا اجر اللہ تعا لیٰ ضائع نہیں کرتے۔ امت کے بہت سے لوگوں نے سینکڑوں موضوع پر تاریخ لکھی ہے لیکن خواتین کی تاریخ بہت کم لکھی ہے جنہوں نے لکھا ہے ان میں ابن خلکان نے لکھا جیسے طبقات حنابلہ وغیرہ انہوں نے عورتوں کوبالکل نظر انداز نہیں کیا۔ خواتین کی علمی کوششوں۔ ان کا ذوق شوق۔ ان کی کامیابی کی ایک ایسی روشن مثال ہے جس پر حیرانی ہوتی ہے۔

فن حدیث میں عورتوں نے بہت کام کیا۔ حضرت محمدﷺ کی ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ احادیث حضرت عائشہ سے مروی ہیں۔ تقریبا 2210 احادیث آپ سے مروی ہیں۔ آج مدارس میں بخاری شریف پڑھائی جاتی ہے شیخ الہندا حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے خود بھی

بخاری شریف پڑھی۔ اور پھر مسند تدریس پر فائز ہونے کے بعد انہوں نے پڑھا ئی۔ مولانا خلیل احمد سہار نپوری نے جو بخاری شریف پڑھی اور پڑھائی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب جو بخاری شریف پڑھاتے رہےوہ ایسا شرف ہے جو کسی اور امت کو حاصل نہیں ہوا۔ نواب سکندر شاہجہان بیگم جیسی فاضلہ بیگم کا دور تھا۔ وہاں مفتی المنظم مولانا عبدلقیوم صاحب تھےفن ادب میں دیکھیں تو اس میں بھی ادبیات نے اہم کردار کیا۔ اسپین کے امراء کی صاحبزادی ۔ جس کا نام دلادہ بن المتکفی تھا۔ ان کا نام بہت مشہور ہوا۔ ان کا ادبی اور شعری میدان بہت روشن تھا۔ ایسا دربار منعقد ہوتا تھا کہ بڑے بڑے ادباء ان کے پاس استفادہ کے لیے آتے تھے۔ جیسے رابعہ بصری کا نام مشہور ہے کہ انہوں نے اتنا بلند مقام حاصل کیا۔ ان کے زمانے میں لاکھوں آدمی ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکے۔ اندلس۔ بغداد اور قاہرہ میں اور حرمین شریف میں ایسی عورتیں تھیں کہ لوگ ان سے مسئلے پوچھے جاتے تھے۔ عورتوں کے لیے بھی علم حاصل کرنا ضروری ہے ہندوستان میں کئی خواتین نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ اسلامی علوم کی ترویج۔ بدعات کی تردید اور سنتوں کی اشاعت کا کام کیاہے۔شاہ ولی اللہ مشہورومعروف شخصیت ہیں۔ ان کے خاندان میں ایسی خواتین گزری ہیں۔ جنہوں نے دہلی میں اور دہلی کے باہر بھی فیض پہنچایا۔ پھر ان کی گود میں جو حضرات پیدا ہوئے مثلا عبدالقادر۔ شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ اودھ میں کیسے کیسے لوگ پیدا ہوئےاور وہاں کی بیٹیاں جنہوں نے ایسے افراد پیدا کیے جن میں احمد شہید۔ سید اسماعیل شہید کے نام سے شہرت یافتہ ہوئے۔ ان کا فیض سارے ہندوستان میں پہنچا۔ 25سے 30 ہزار لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تقریبا تیس لاکھ لوگوں نے ان سے بیعت کی اور توبہ بھی کی۔ حضرت سید ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالاہے ہمیں ےیاد ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کو ہم نے تہجد پڑھتے دیکھا ہےامت مسلمہ کی خواتین بہت بہادر ہیں۔ گذشتہ دور میں انہوں نے جہاد کے میدان میں اپنے جوہر دیکھائے اور دشمن پر ہیبت طاری ہوگئی۔ صبرو استقامت میں بھی مسلم خواتین کا ایک نام ہے حضرت خنساءرضی اللہ عنہ عربی زبان کی لازوال شاعرات میں سے ہیں۔ ان کے دو بھائی کا انتقال ہو گیا تھا ان کے لیے ایسے مرثیے کہے جو دل پر اثر کرنے والے تھے۔ ایک غزوہ کے موقع پر اپنے بیٹوں کو بلایا۔ ایک کو رخصت کیا اور کہا بیٹا پیٹھ نہ پھیرنا۔ میں نے اس دن کے لیے تم کو دودھ نہیں پلایا تھا۔ اس کے بعد ایک ایک کی شہادت کی خبر سنتی رہیں۔ جب آخری بیٹے کی شہادت کی خبر سنی تو ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے

-اَلحَمدُ لِلہِ الَّذِی اَکرَمَنِی بَشَہَادَتِہِم-

ترجمہ : اے خدا- تیرا شکر ہے کہ تو نے ان کی شہادت سے سرفراز فرمایا اور اس کی عزت بخشی-

ایسی ماں جس میں اتنا جذبہ ہو تو ان کے بیٹے کتنے بہادر ہوتے ہیں- غزوہ احد میں کئی خواتین نے شرکت کی- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں- زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں- مسلمانوں کی طرف سے70آدمی مارے گئے-ان میں زیادہ انصارتھےاسلام ایسا مذہب ہے جو لوگوں کے لیے ایک ضابطہ حیات ہے- قرآن مجید میں اللہ تعا لیٰ نے اچھی زندگی کی ضمانت دی ہے- اللہ اور اس کے رسولﷺکا حکم ہے نمازوں کی پابندی ہو- پردہ ہو حیا شرم ہو- ایک دوسرے کا احترام ہو- اسلام سے قبل عورت کی بے حرمتی کی جاتی تھی- وہ غلام سمجھی جاتی تھی لیکن اسلام کے آنے سے عورت کو ماں بیٹی بہن اور بیوی کی حیثیت سے عزت ملی- اس کی اہمیت اجا گر ہوئی آپؐ نے گیارہ شادیاں کی- بیوہ سے شادی کی مطلقہ سے شادی کی- قیدی ہوکر آنے والیوں سے نکاح کیا- اس لیے کیا کہ امت کے لوگوں کے لیے آسانی پیدا ہو- پھر اپنی ازدواج میں مساوات اور عدل کو قائم رکھا- اللہ تعا لیٰ نے آپؐ کی وفات کے بعد ان ازدواج مطہرات سے کسی دوسرے شخص سے شادی حرام کی اس لیے کہ وہ امہات المومنین کا درجہ رکھتی تھیں- اس کے ساتھ ساتھ ان سب ازدواج نے اپنے اپنے گھروں میں سادگی سے زندگی بسر کی اور دینی تعلیمات کو عام کیا ہمارے لیے ان کی تعلیمات مشعل راہ ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے- ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی- شادی کے بعد مکان کی ضرورت تھی تو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ انصاری کے کئی مکانات تھے انہوں نے ایک مکان خالی کرا دیا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی- یہ سارا کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا- ان کی زندگی بالکل سادہ اور صبر پر مبنی تھی-اسلام نظام زندگی میں یہ ضروری ہے کہ امت مسلمہ کہ لوگ عقائد پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور ارکان اسلام پر عمل کرتے ہیں- دینی علوم میں بھی جو مقبولیت خواتین کو حاصل ہوئی- ہر زمانے میں ایسی بیویاں اور خواتین کے نام زندہ رہے ہیں جن کی عزت اس دور کے لوگ کرتے رہے ہیں رزق حلال کھانا اور بچوں کو کھلانا یہ تصور بھی اسلام ہی نے دیا ہے- ایک

عورت ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں رزق حلال کا کامل خیال رکھے۔ کہیں کوئی کمی کوتاہی نظر آئے تو فورا اس سے منع کردے۔ کیونکہ رزق حرام کے بہت برے اثرات ہوتے ہیں۔ حقیقی سکون وہیں ہوتا ہے جس گھر میں عقائد درست ہوں۔ اولاد فرما بردار رہو وہاں کوئی غم یا فکر نہ ہوگا۔ موت سے بھی کوئی خوف نہ ہو گا۔26 جون 1947ء شعبان میں حضرت سید ابوالحسن علی ندوی اپنی والدہ ماجدہ ، اہلیہ اور بہن اور اپنے بھانجے مولوی محمد ثانی مسلمہ کو لیکر حج کے لیے گئے۔ اس سفر میں ہر قدم پر ہمیں غیبی مدد شامل ہوئی۔ حجاز کی سرزمین پر ہمارے لئے آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوئیں۔ رمضان کا چاند جدہ میں نظر آیا۔ دو روزے وہاں رکھے۔ باقی سارے روزے مدینہ منورہ میں گزارے تو یہ سارا کچھ والدہ صاحبہ کی دعاؤں کے اثر سے تھا۔ اس لئے اسلام نے ہمیں جو نظام زندگی عطا کیا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے سکون دل ملتا ہے۔ خواتین گھر کے ماحول میں انقلاب پیدا کرتی ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے رائے بریلی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس کا نام مدرسہ ام المومنین عائشہ للبنات رائے بریلی رکھا۔ جو صرف لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے تعمیر کیا گیا۔ مغرب میں عورتوں کی آزادی کا جو تصور سامنے آیا وہ افراط و تفریط کا شعار ہونے کی وجہ سے بہت غیرمتوازن ہے۔ اسی وجہ سے مسلم خواتین نے برابری مرد و زن کا مطالبہ کیا۔ کہ یہ مختلف شعبوں میں ملازمتیں کر سکیں۔ مردوں کے برابر انہیں تنخواہیں دی جائیں پسند کی شادی کا حق دیا جائے۔ یہ ساری باتیں مغربی ممالک کی عورتوں میں پائی جاتی ہیں جبکہ دوسری طرف مختلف ادوارمیں خواتین نے علمی میدان میں بڑے اچھے کارنامے سر انجام دیئے۔ گھریلو زندگی میں اہم کردار خواتین کا ہے۔ آزادی نسواں پر قاسم امین نے دو اہم کتابیں لکھیں۔ " تحریر المراۃ" (عورت کی آزادی) دوسری کتاب **"المراۃالجدید"** (خواتین جدید) پہلی کتاب میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بے پردگی کا دین میں کوئی جواز نہیں ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن۔ کی اقدار اور تعلیم سے مصنف کا گہرا تاثر ان کی دوسری کتاب **" خاتون جدید"** میں نمایاں ہے یہ دونوں کتابیں مصر کے جدید نظریہ رکھنے والوں میں بہت مقبول ہوئیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مصر کی طالبات نے امریکہ اور یورپ کے سفر کیے

مغربی تہذیب کے پیرو کار حجاب کو ضروری نہیں سمجھتے ۔ ان کی خواتین لباس کے بارے میں بھی احتیاط نہیں کرتیں کیونکہ ان کے مذاہب میں پردہ اور باعزت لباس ضروری نہیں ہے۔ مغرب اس وقت اخلاقی جزام میں مبتلا ہے۔ کیونکہ وہاں عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط سے

جنسی بے راہ روی پھیل رہی ہے۔ خود روس جو مذہب اور اللہ کا سب سے بڑا مخالف ہے۔اس کا رہنما گوریاچوف یہ کہنے پر مجبور ہو گیاہے۔ کہ خواتین کو اپنی خاندانی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہیے مرد "جنگ کی آگ" اور عورتیں "باورچی خانے کی آگ" جلانے کی زیادہ اہل ہیں۔ کیونکہ گھر ہی ایسی جگہ ہے جس سے خاندان وجود میں آتا ہے۔ بیوہ کا دوبارہ کسی سے نکاح کرنا شرعی نقطہ نظر سے درست ہے یہ نبی رحمت حضرت محمدﷺ کی سنت تھی۔ ہر دور میں علماء مشائخ اور سلاطین ایسی عورتوں سے نکاح کرتے تھے (1719-1747) محمد شاہی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں بیوہ کی نکاح ثانی کو برا فعل سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرلیتا تو خاندان کے افراد اس سے بائیکاٹ کر دیتے تھے۔ بعض اوقات ان دونوں میاں بیوی کو شہر سے باہر نکال دیتے تھے۔ سید احمد شہید (رائے بریلی) نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا۔ قوموں کے زوال اور بربادی کا سب سے بڑا سبب عائلی نظام میں خرابیاں۔ گھریلو زندگی میں اعتدال نہ ہونا۔ عورت کا گھر اور بچوں پر توجہ نہ دینا اور اپنی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا ہے۔ مسلم خواتین نے ان خواتین کے کافی طور طریقے کافی حد تک اپنا لیے ہیں جس کی وجہ سے وہ گمراہی کا شکار ہو رہی ہیں۔ قرآن مجید میں پردہ کے احکامات موجود ہیں۔ پہلے زمانے میں خواتین ڈولی میں اور بگھیوں میں سفر کرتی تھیں۔ اب جدید ذرائع کی وجہ سے پھر احتیاطیں ختم ہوگئی ہیں۔ عرب ابتدائی دور میں خیموں میں رہتے تھے۔ سادہ کھانا کھاتے تھے۔ لیکن رومن سلطنت کا تمدن عروج پر تھا دوسری طرف سا سانی حکومت کو فتح کیا۔ عربوں کی خواتین ان کے تمدن سے بہت متاثر ہوئیں۔ ہندوستان میں ایک جاہلانہ رسم تھی کہ بیٹی والے اپنی حیثیت کے مطابق لڑکے والوں سے زرنقد لیے بغیر اپنی بیٹی کا نکاح کسی کے بیٹے سے نہین کرتے تھے سید احمد شہید نے اس بری رسم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی شادیوں میں ایک "تلک" نام کی رسم تھی جس میں لڑکے والوں لی طرف سے کچھ مطالبات ہوتے ہیں جن کا پورا کرنا لڑکی والوں کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ ایسی رسموں کو اپنانے سے کافی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام میں ایسی کوئی رسم نہیں پائی جاتی۔ جبکہ خواتین خاندان اور معاشرے میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ پڑھی لکھی خواتین گھر کے کام کاج بہت اچھے طریقے سے انجام دیتی ہیں بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ اگر ان کے پاس دینی علم ہوا وہ اپنی اولاد کی دینی و دنیاوی تربیت کریں گی اور ایک اچھی نسل تیار ہو جائے گی۔ جس کا زیادہ فائدہ معاشرے کو ہو گا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اسلامی ممالک کے دورے کیے اور امت مسلمہ کے حالات کو اپنی

آنکھوں سے دیکھا تو انہوں نے تعلیم و تربیت کی کمی کو محسوس کیا۔ پھر تحقیق کی جس سے یہ نتائج سامنے آئے کہ ہماری قوم کے افراد اوربچے بچیاں کافی بگڑ چکے ہیں۔ والدین کی نافرمانی ، نماز اور تلاوت قرآن سے محرومی۔ وقت کی پابندی نہ کرنا ۔بڑوں کا ادب و احترام نہ کرنا۔ گھریلو ناچاقی ۔ جھوٹ۔ چغلی۔ بغض و حسد جیسی برائیوں کا پایا جانا یہ سب بری عادات ان میں سرایت کر چکی ہیں ان سب برائیوں کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کی تربیت کی جائے۔ ماں کی تعلیم ہو۔ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دے سکے۔ خود نماز روزے کی پابند ہو۔ پھر بچوں کو اس کی ترغیب دے۔ رسول پاک ﷺکی سنت پر عمل کیا جائے تو گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ ان کی ایسی پرورش کی جائے ان میں کفر اور شرک سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ توحید سے محبت کریں۔ اور مسلمان ہونے پر فخر کریں۔ اگر یہ کام بچپن میں گھروں میں نہیں کیا گیا تو پھر بڑے سے بڑے مدارس ، یونیورسٹیاں کسی بھی سطح پر نہیں کر سکتیں۔ اس لیے کہ بچے کی پہلی معلمہ اس کی ماں ہوتی ہے جو اس کی ابتدائی نشوونما اور کردار کی تشکیل میں بطور نمونہ ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ہر عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک پورے گھر کو چلانے کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے۔ ماں اپنی غفلت کی وجہ سے بچوں کو بگاڑ سکتی ہے۔ کسی قوم کی تخریت و تعمیر کا انحصار اسی پر ہے۔ قرآن پاک کے مطالعے سے یہ سامنے آتا ہے کہ نونہالوں کی تربیت کے لیے ایک مکمل نظام موجود ہے۔ جو عمر کے تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پیدائش سے سات سال تک۔ سات سال سے بلوغت تک ۔ بلوغت سےتا عمر ۔ دوسری طرف قرآن ہی کہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اولاد اور مال کی محبت تمہیں اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کرے۔ حضرت سید ابولحسن علی ندوی کی تربیت میں ان کی والدہ کا ساتھ تھا ان کی والدہ کویہ شوق تھا میرا بیٹا دینی تعلیم حاصل کرے انگریزی کی طرف توجہ نہ دے۔ بچپن سے ہی انہیں قرآن مجید حفظ کروایا۔ وقتا فوقتا نصیحتیں کرتی رہتیں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرو کبھی قرض نہ لو۔ اگر روپیہ پیسہ نہ ہو تو صبر کرو۔ اپنی صحت کا خاص خیال رکھو عقل مند اور خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو نایاب چیزیں حاصل کرے۔ وہ ہے شریعت کی پابندی۔ دنیا فنا ہوئے والی چیز ہے اس لیے برائیوں میں نہ پھنسنا۔ اللہ تمہیں وہ علم دے جو صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کو دیا جس سے ایمان کو مضبوتی حاصل ہو۔ علی میاں پر ان کی نصیحتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اسی تربیت اور دعاؤں کا اثر تھا کہ انہیں کامیابیاں حاصل ہوئیں انہوں نے عالم اسلام میں بلند مقام حاصل کیا آج تک امت مسلمہ نے انہیں یاد رکھا ہوا ہے

مصادر اور مراجع

1- ادارہ تحقیقات اسلامی ، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد
2- انسائیکلو پیڈیا، مذہب و اخلاق ، ص: 271، جلد پنجم، نیویارک 1912ء
3- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج، زوال کے اثرات، ابوالحسن علی ندوی
4- القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ ، آیت 2، پارہ 6
5- اسلامی تمدن اور خواتین ، راجدھانی دوحہ گریس ڈگری کالج میں خواتین کے اجتماع سے خطاب، ابوالحسن علی ندوی
6- القرآن الحکیم، سورۃ النساء، آیت 4،3،2،1
7- القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب
8- القرآن الحکیم، سورۃ النساء آیت7
9- القرآن الحکیم، سورۃ النساء آیت 11،14،17،20،26،31،40،پارہ
10- المراۃ القرآن، استاد محمود العقاد، طبع دارالہلال، مصر 1912ء
11- بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، جلداول
12- بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ دعوۃ اکیڈمی
13- "پاجا سراغ زندگی" ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی 1978ء،ص:81تا90
14- پرانے چراغ، ابوالحسن علی ندوی، مکتبہ فردوس لکھنؤ 1975ء
15- تعمیر سیرت، 8فروری1996ء
16- تذکرۃ الحفاظ ، امام ذہبی
17- تاریخ دعوت و عزیمت ۔ ابوالحسن علی ندوی، ص:240تا264
18- تعمیر حیات ، ابوالحسن علی ندوی، 25مئی 1992ء
19- "ترجمان القرآن" خورشید احمد، ص:71
20- تحفہ پاکستان ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی 1979ء
21- تمدن ہند، یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ، لندن
22- تعمیر حیات ، ابوالحسن علی ندوی، 8اکتوبر 1990ء
23- تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات ، ص:73تا94
24- حیات و افکار کے چند پہلو ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

25- حدیث ، مشکوٰۃ عن ترمذی

26- حدیث، صحیح بخاری، ابن حاتم و احمد

27- دعا و مناجات اور اقوال کے آئینہ میں- محمد الحسنی مدیر البعث الاسلامی

28- "ردہ الابابکر لھا" ابوالحسن علی ندوی، المجمع الاسلامی العلمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ 1980ء

29- "سیرت عائشہ" علامہ سلیمان ندوی

30- سیرت رسول اکرم ﷺ، سید ابواحسن علی ندوی،ص:188-187-190-191

31- سنن الداری جلد اول ، ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی الکریم من الجھل والضلالۃ

32- کاروان زندگی، ابوالحسن علی ندوی،مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی

33- کاروان زندگی، ابوالحسن علی ندوی، ص:140

34- ماہنامہ رضوان، دسمبر 1956ء

35- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ابوالحسن علی ندوی، ص:216-215

36- ہمدرد اسلامکس ، جلد 27، ص:47،از سید رضوان علی ندوی، ص:89

37.The Life & Teaching of Muhammad by Annie Basant Madras-1932, Page No.3

38. Amjad Ali, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Comparative study of Khutbat-e-Madaras and Muhazirat-e-Seerat, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3): 153-189.,

39.Awan, Abdul Ghafoor, Imran Ansari (2017). Specific study of Essays relating to Hazrat Jabir Bin Abdullah, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol.3* (3):39-56.

Vol.3 (4):230-51.

40.Awan, Abdul Ghafoor, Jamil Ahmad (2017). Concept of Spiritualism of Peer Syed Ghulam Naseeruddin Naseer Gilani of Golara Sharif, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):14-35.

41. Javeria Tehseen, Awan,Abdul Ghafoor (2017). Critical analysis of the literature relating to three divorces in one sitting, *Global Journal of*

Management, Social Sciences and Humanities, Vol .3 (3):71-84.

42.Misbah Tehseen,Awan, Abdul Ghafoor (2017). Benefits of Marriage Life in Islam in the light of "Bahara-e-Shariat" and "Bahashti-i-Zaver" *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):106-135.

43. Munawar, Syed Ali Shah, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Importance of the study of "Seerat" in Text books of Public Educational Institutions of Punjab, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3 (4):230-251*

44.Saima Rashid, Soubia Khan, Awan, Abdul Ghafoor (2018). Great saints of Multan and history of their shrines and their social importance, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):245

45. Saleem,Asia., Awan, Abdul Ghafoor (2019). Objections of Ahl-e-Kitab and their answers in the light of "Tafseer Biyanul Quran" written by Dr.Israr Ahmad, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities,* Vol 5(1): 37-61

46. Naz, Shumaila, Awan,Abdul Ghafoor (2018). Analysis of social benefits of family life in Islam in the light of "Bhashti Zewar" and Jannati Zewar, Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4 (4):486-506.